e-Contents

Presented by Dr. Zarnigar Yasmeen,
Maulana Mazharul Haque Arabic & Persian University,
Patna
Email:zarnigaryasmeen@gmail.com

باغ و بہار

داستان صرف لکھی ہی نہیں جاتی، سنائی بھی جاتی ہے بلکہ شروع میں سننے اور سنانے سے ہی اس کا تعلق رہا ہے اور وہ خالصتاً عوام سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ داستان کا انداز بیانیہ ہوتا ہے اور اس کا اسلوب، زبان، سلیس سے سلیس اور آسان سے آسان ہونا چاہئے اور اس میں کوئی شک نہیں میرامن داستانی اسالیب کے بادشاہ ہیں اور باغ و بہار ان کی شاہکار تصنیف۔

''بہاغ و بہار'' میں پلاٹ سازی کا جائزہ لیا جائے تو یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ داستانوں کی عام روایت کے مطابق یہاں بھی تعمیر ماجرا پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے۔ بنیادی طور پر صرف پانچ قصے ہیں۔ چار درویشوں کے اور ایک روم کے بادشاہ آزاد بخت کا، مگر ان قصّوں سے قصے پھوٹتے ہیں اور داستان گو کی ذہنی ترنگ نت نئے واقعات پیش کر کے قاری کو کہیں سے کہیں لے جاتی ہے۔ اس حد تک Diversion ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اصل قصہ ذہن سے نکل جاتا ہے۔ ان تمام واقعات کو بادشاہ آزاد بخت کی ذات ایک لڑی میں پروتی ہے مگر سچ پوچھئے تو سارے قصّے اس کی مرکزی شخصیت کے باوجود ایک دوسرے سے مربوط نہیں ہو پاتے۔ جب چاروں درویش اپنا قصہ سنا رہے ہوتے ہیں تو ان میں کسی ایک کو اپنے ساتھ گذرا ہوا کوئی واقعہ یاد آ جاتا ہے۔ پھر وہ ایک یا ایک سے زیادہ قصے اپنی زبان سے نہیں بلکہ کسی اور کرداروں کی زبان سے سنانے لگتے ہیں۔ اس طرح نہ صرف واقعات کے لچھے در لچھے بنتے چلتے جاتے ہیں بلکہ یہ ایک دوسرے میں غلط ملط بھی ہو جاتے ہیں اور ان سب میں بس یہی ایک نکتہ اشتراک رہ جاتا ہے کہ آزاد بخت ان سب بیک وقت سن رہا ہے اور زمان و مکان کا فرہ فرق جو ان واقعات کے پیش آتے وقت بہر حال موجود رہا ہے اب باقی نہیں رہا۔ یہ ایک عجیب و غریب صورت حال ہے لیکن داستانوں کی صنفی حیثیت کو سامنے رکھا جائے تو ایسا ہونا ناگزیر تھا کیونکہ یہاں واقعات کی ترتیب و تنظیم سے زیادہ زور دلچسپی فراہم کرنے پر دیا جا تا رہا ہے۔

میں نے بھی لکھا ہے کہ ''باغ و بہار'' میں بنیادی طور پر پانچ قصّے ہیں۔ ابتداء میں روم کے بادشاہ آزاد بخت کا مختصر سا تعارف ہے جس میں اس کی عدالت، سخاوت، خدا ترسی و نیک دلی کے علاوہ اس کی یہ

محرومی بھی پہلو بہ پہلو بیان کی گئی ہے کہ ایک فرزند زندگانی کا پھل ہے، اس کی قسمت کے باغ میں نہ اس غم سے نجات پانے کے لئے پہلے تو وہ ترک دنیا کا ارادہ کرتا ہے پھر اپنے وزیر خردمند کے سمجھانے بجھانے پر خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ فقراء حیثیت اختیار کرنے اور خلق خدا کی خدمت کرنے کا منصوبہ باندھتا ہے۔ روز رات کو موٹے جھوٹے کپڑے پہن کر قبرستان میں جاتا ہے اور ایک دن جنگل میں ایک عجیب وغریب روشنی دیکھ کر اس طرف رُخ کرتا ہے تو چاروں درویشوں کو اپنا اپنا قصہ سناتے ہوئے دیکھتے ہی چھپ کر باتیں سننے لگتا ہے۔

پہلے درویش نے اپنا جو قصہ سنایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ یمن کے ایک ملک التجار کا بیٹا ہے۔ باپ کے انتقال کے بعد جب اس نے ساری دولت عیاشی میں اڑا دی اور مفلس ہو کر اپنی بہن کے پاس گیا تو بہن نے کچھ دنوں اس کی خاطر مدارت کرنے کے بعد اسے اشرفیوں کے پچاس توڑے دیکر رخصت کیا تاکہ وہ دمشق جا کر کچھ کام کاج یا تجارت کرے۔ دمشق میں اس نے ایک خوبصورت عورت کی جان بچائی جسے اس عورت کے عاشق نے زخمی کر دیا تھا۔ کافی دنوں کے علاج کے بعد جب وہ عورت اچھی ہوئی تو اس نے درویش کو دو اشرفیاں دیں تاکہ اپنے لئے یوسف سوداگر کے یہاں سے مناسب کپڑے خرید لے۔ درویش وہاں گیا تو یوسف سے اس کی دوستی ہو گئی۔ پہلے اس نے یوسف کے گھر دعوت کھائی پھر اس حسین عورت کے کہنے پر یوسف سوداگر اور اس کی بدصورت معشوقہ کو اپنے گھر بلایا۔ رات کے وقت درویش نے یوسف کے ساتھ اس قدر شراب پی لی کہ بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو دیکھا کہ یوسف سوداگر اور اس کی محبوبہ کی سر کٹی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اور وہ نازنین غائب ہے۔ ایک عرصے کے بعد کافی تلاش وجستجو کے نتیجے میں درویش سے نازنین کی دوبارہ ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ دمشق کی شاہزادی ہے اور یوسف دراصل اس کا ملازم تھا جس سے اسے عشق ہو گیا تھا اور اس نے کافی مال وزرا نے دیا تھا مگر جب وہ امیر ہو گیا تو اس نے ایک بدصورت عورت سے محبت کی پینگیں بڑھانی شروع کر دیں۔ یہاں تک بھی وہ برداشت کر لیتی مگر ایک رات یوسف نے اس کے سامنے اپنی سیاہ فام محبوبہ سے مباشرت کی اور بعد میں شرمندہ ہو کر شہزادی کو پہلے زخمی کیا، پھر ایک صندوق میں بند کر کے محل کے نیچے گرا دیا۔ یہیں وہ درویش کے سات لگی اور جان بچ گئی۔ یہ ساری باتیں سننے کے بعد دورویش شہزادی کی مرضی کے مطابق اسے لے کر دمشق سے نکل گیا۔ کئی دنوں کے سفر کے بعد اسے ایک دریا ملا۔ درویش نے ملکہ کو ایک پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھایا اور خود کسی ملّاح کی تلاش میں نکلا۔ واپس آیا تو شہزادی وہاں موجود نہیں تھی۔ جب وہ بہت تلاش کرنے پر بھی نہ ملی تو وہ مایوس ہو کر ایک پہاڑ پر گیا اور خودکشی کرنی چاہی۔ اسی وقت ایک سبز پوش سوار نمودار ہوا اور اسے خودکشی سے روک کر روم جانے کا مشورہ دیا۔ اس نے بتایا کہ روم کے بادشاہ آزاد بخت سے ملنے کے بعد ممکن ہے اس کی مصیبت دور ہو جائے یہ سن کر وہ درویش روم پہنچ گیا۔

دوسرے درویش کے قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ فارس کے بادشاہ کا لڑکا ہے اور اپنے ایک مصاحب سے حاتم کی سخاوت کا حال سن کر خود بھی سخاوت کی طرف مائل ہوا ہے۔ وہ روزانہ غریبوں کو اشرفیاں تقسیم کرتا

ہے۔ اسی درمیان ایک دن اس کی ملاقات ایک فقیر سے ہوتی ہے جو بار بار اشرفیاں طلب کرتا ہے اور شہزادے کے اعتراض کرنے پر اسے طعنہ دیتا ہے کہ تم سخاوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ سخاوت تو بس بصرہ کی شہزادی پر ختم ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد جب یہ شہزادہ تخت نشیں ہوا تو وہاں لوگوں نے خاطر مدارت میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی۔ آخر بصرے کی شاہزادی سے ملاقات ہوئی اور اس نے سوال کیا کہ تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی جو لوگوں میں تقسیم کئے جاتی ہو مگر کم نہیں ہوتی۔ جواباً اس شہزادی نے اپنا قصہ سنایا کہ کس طرح اس کے باپ نے اس سے ناراض ہو کر جنگل میں پھینکوا دیا تھا مگر اللہ نے اسے غیبی دولت سے نوازا۔ بہرحال شہزادے نے اس سے عقد کی درخواست پیش کی تو اس نے شہزادے نیمروز کے حالات جاننے کی شرط لگا دی۔ فارس کا بادشاہ شہزادہ نیمروز کی تلاش کامیاب ہوئی تو شہزادے نے اسے اپنا قصہ سنایا کہ کس طرح وہ چودہ سال کی عمر میں جنون کے بادشاہ......ہو گیا تھا اور جب دوبارہ اس سے ملاقات نہ ہوئی تو جنون میں ہر مہینے کی چاندرات کو ایک غلام قتل کرنے لگا۔ پھر ہندوستان کے ایک جوگی کی مدد سے اس کا جنون ختم ہوا اس نے اسم اعظم کی کتاب بھی حاصل کر لی جس کی مدد سے جنون کے بادشاہ کی بیٹی اس کے ہاتھ آ گئی۔ لیکن جب سخت تنبیہ کے باوجود وہ ایک رات اس سے ہم بستری کی کوشش کرنے لگا تو اسم اعظم کی کتاب ایک دیو لے بھاگا اور وہ پری بے ہوش ہو گئی۔ تب سے اسے آدمیوں سے نفرت ہو گئی۔ شہزادہ نیمروز کی یہ دردبھری کہانی سن کر فارس کا شہزادہ بے حد افسردہ ہوا اور وہ بصرے کی شاہزادی کے پاس واپس جانے کے بجائے پانچ برس تک اس پری کی تلاش کرتا رہا۔ جب کامیابی نہیں ہوئی تو پہلے درویش کی طرح اس نے ایک پہاڑ سے کود کر جان دینی چاہی۔ وہی برقع پوش سوار جو پہلے درویش کو ملا تھا، اس کے بھی کام آیا اور یہ بشارت دی کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا پھر یہ درویش بھی روم چلا آیا۔

تیسرے درویش کے قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ عجم کے بادشاہ کا اکلوتا لڑکا ہے۔ ایک دن شکار کرنے جاتا ہے اور ایک ہرن کو زخمی کر دیتا ہے۔ پھر ہرن کے مالک سے اس کی ملاقات ہوتی ہے جو ایک بزرگ ہیں مگر چودہ برس کی ایک حسین انگریز لڑکی کا مجسمہ بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ درویش ان سے بہت اصرار کرتا ہے تو وہ اپنا حال سناتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ان کا نام نعمان سیاح ہے اور وہ فرنگ کی شہزادی کے حسن کی تعریف سن کر وہاں گئے تھے۔ شہزادی نے انہیں چچازاد بھائی کے نام، جس پر وہ عاشق تھی، ایک خط دیا۔ اسے لے کر وہاں گئے تو بادشاہ کے سپاہیوں نے زخمی کر دیا کیونکہ بادشاہ نے اپنے بھتیجے کو قید کر رکھا تھا۔ بہرحال یہ تجویز ٹھہری کہ اب شہزادے کو شہزادی کے ہاتھ ہی قتل کر دیا جائے مگر وہ فرنگی شہزادی عین وقت پر تلوار پھینک کر اپنے محبوب سے لپٹ گئی۔ وزیر نے تلوار اٹھا کر حملہ کرنا چاہا تو ایک غیبی تیر نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر سب بھاگ کھڑے ہوئے اور نعمان سیاح بھی صحت مند ہو کر لوٹا تو زندگی کے باقی دن اسی شہزادی کی یاد میں گزارنے لگا۔ نعمان سیّاح کا یہ حال سن کر عجم کا شاہزادہ بھی فرنگ کی شہزادی پر عاشق ہو جاتا ہے اور درویش کی شکل بنا کر ملک فرنگ پہنچ جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے وزیر نے شاہزادے کو مکر و فریب سے مار ڈالا ہے، پھر وہ شہزادے کے کوکا کی مدد سے شہزادی فرنگ سے ملتا ہے اور بہ ہزار دقت اسے

ملک چھوڑ دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ بہزاد خاں کی مدد سے وہ شاہی لشکر کا مقابلہ کرتا ہوا آخر کار شہزادی کو لے بھاگتا ہے مگر کچھ عرصے بعد جب یہ لوگ عجم پہنچتے ہیں تو قسمت دھوکہ دے جاتی ہے۔ بادشاہ اپنے مصاحبین کے ساتھ شہزادے کے استقبال کے لئے ساحل پر آتا ہے۔ شہزادہ بے قرار ہو کر باپ سے ملنے کے لئے آگے بڑھتا ہے اور اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیتا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ گھوڑی جس پر ملکہ سوار تھی اور جو اس گھوڑے کی ماں تھی، دریا میں کود پڑتی ہے اور ملکہ سمیت غرق ہو جاتی ہے۔ بہزاد خاں بھی اسے بچانے کے لئے کودتا ہے اور ڈوب جاتا ہے۔ شہزادہ اسے بہت تلاش کرتا ہے مگر مایوسی ہاتھ آتی ہے۔ آخر ایک دن دریا میں کود کر جان دینے کا ارادہ کر لیتا ہے کہ وہی گھوڑ سوار بزرگ سبز نقاب میں نمودار ہوتے ہیں اور اسے روم کی طرف جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

(**جاری**..................)

—ڈاکٹر زرنگار یاسمین